حکیم سنائی کے ایک ممدوح یعنی قاضی حسن بلخی

از آنسہ رضیہ ایم۔ اے

حکیم سنائی (م۔ قبل ۵۴۵ھ) فارسی کے عظیم شاعر اور ادیب تھے۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے ممدوحین میں سلاطین اور امراء سے زیادہ علماء و فضلاء، قضاۃ اور دوسرے حضرات نظر آتے ہیں۔ اسی بناء پر ان کا دیوان اس دور کی علمی اور مذہبی تحریکات کے سمجھنے کا بہت مستند ماخذ ہے انھوں نے اپنے زمانے کے ان تمام ممتاز علمی شخصیات کا تذکرہ کر دیا ہے جو کسی نہ کسی اعتبار سے مشہور اور معروف تھے۔ انہی میں سے قاضی القضاۃ حسن بلخی ہیں جن کے بارے میں ایک مختصر گذارش سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

قاضی القضاۃ محمود الحسن بلخ کے قاضی تھے ان کا لقب نجم الدین تھا۔ وہ خاندان محمودی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ کا[1] نام محمود تھا اور انھیں کی نسبت

---

[1] اسی خاندان سے متعلق ایک بزرگ قاضی امین سلطان ابراہیم غزنوی (۴۹۲-۵۰۹) کے زمانے میں غزنی کے قاضی تھے، ان کی مدح میں سنائی کا ایک قصیدہ ہے جس میں ان کے جد کا ذکر اس بیت میں ہے:

ای نبیرہ قاضی با حرمت محمود آنک + بود چون تو باک طبع و پاک دین و پارسا (دیوان سنائی ص ۴)

سے یہ خاندان محمودی کہلاتا ہے۔

ان کے بارے میں اب تک سوائے دیوان سنائی کے اور کوئی دوسرا قابل ذکر ماخذ نہ تھا۔ البتہ تذکرہ خلاصۃ الاشعار تالیف (۹۸۵ھ) میں مندرج ہے۔ عمادالدین غزنوی کے اس شعر میں بھی قاضی حسن کا نام ملتا ہے:

چوں سنائی اوفتاد از خطۂ غزنی بہ بلخ

تازہ کرد از مدحت قاضی حسن روئے سخن

لیکن حال ہی میں ایک اہم ماخذ قاضی حسن کے سلسلہ کا معلوم ہو گیا ہے۔ اور وہ ہے 'فضائل بلخ'[1] یہ کتاب ۶۱۰ھ میں عربی میں تالیف ہوئی اس کے مصنف شیخ الاسلام صفی الدین ابوبکر عبداللہ واعظ بلخی تھے لیکن اصل کتاب کا کوئی نسخہ اب باقی نہیں ہے۔ البتہ اس کا ایک فارسی ترجمہ جو عبداللہ محمد حسینی بلخی کے توسط سے بلخ ہی میں ۶۷۶ھ میں مکمل ہوا موجود ہے[2] اس میں قاضی محمود حسن کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خاندان محمودی کے ایک رکن تھے ان کے تین بھائی تھے، بڑے بھائی کا نام قاضی القضاۃ حسین تھا۔ دوسرے قاضی حسن اور تیسرے قاضی بہاء الدین عمر تھے۔ یہ تینوں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہ چکے تھے۔ ان کا خاندان علم و فضل کے لحاظ سے نہایت ممتاز تھا۔ بہاء الدین عمر وہی ہیں جن کے بیٹے حمیدالدین[3]

---

[1] اس کتاب میں ستر عالموں کا تذکرہ ہے جس کا تعلق سرزمین بلخ سے تھا۔

[2] یہ کتاب استاد عبدالحی حبیبی نے دریافت کی ہے اور اس کو بنیاد فرہنگ تہران کی طرف سے ۱۳۵۰ شمسی میں شائع کر دیا ہے۔

[3] ان کے حالات کے لیے دیکھیے لباب الالباب طبع نفیسی ص ۱۶۸، تاریخ ادبیات در ایران تالیف صفا ج ۲ ص ۹۵۷، سبک شناسی ملک الشعراء بہار ج ۲ ص ۳۲۹۔

ابوبکر محمود بلخی ہیں۔ اور جو علمی وادبی دنیا میں سب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ انھیں کی مشہور کتاب مقامات حمیدی فارسی ادب میں بے مثل سمجھی جاتی ہے۔ راقمہ نے ان کے[۵۱] نام کے سلسلے میں فضائل بلخ ہی کے بیان کی روشنی میں ایک مضمون علیحدہ قلمبند کیا ہے۔

فضائل بلخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی حسن کے بڑے بھائی قاضی القضاۃ حسین محمودی علم وفضل کے لحاظ سے سب بھائیوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ انھیں کے نام سے اس تذکرہ میں ایک بیان ہے[۵۲] جس میں خاندان کے دوسرے افراد کا ضمناً نام آگیا ہے۔ انھیں میں سے قاضی حسن بھی ہیں ذیل میں فضائل بلخ کی عبارت کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

> "ساٹھویں قاضی القضاۃ حسین محمودی ہے اللہ ان پر رحم کرے ایک مدت تک بلخ کے قاضی اور عدالت کے حاکم تھے راستی دیانت زہد اور پاکیزگی میں وہ ضرب المثل تھے۔ بڑے استحقاق والے اور بڑے محقق تھے۔ ساتھ ہی بڑی پُر ہیبت اور پر احتشام شخصیت تھی۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جو خدا کے ساتھ سچائی کا برتاؤ کرتا ہے اس کی ہیبت دوسروں پر طاری ہو جاتی ہے۔

ان بزرگ کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ اصلاً وہ طالقان[۵۳] سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے تین بھائی تھے ان میں سے بڑے حسین پھر حسن پھر عمر اور یہ سب کے سب قاضی، عالم اور فاضل تھے لیکن قاضی القضاۃ حسین محمودی دیانت اور عدل میں بہت

---

۵۱ ان کا مشہور نام حمید الدین عمر ہے، حالانکہ عمر ان کے باپ کا نام تھا۔

۵۲ ص ۲۴۳ - ۲۴۵ -

۵۳ ایران میں طالقان نام کے کئی مقام ہیں، بظاہر ان کا تعلق طالقان سے ہے جو خراسان میں ہے
فضائل بلخ، ص ۲۴۹ ج ۱

مشہور ہو گئے تھے۔ چنانچہ ایک بار وہ بلخ میں وعظ کہتے تھے۔ ایک وقت ایسا ہوا کہ ان کی مجلس[1] وعظ میں سارے اکابر حاضر ہوتے تھے قاضی القضاۃ حسین محمودی اقطار عالم میں اپنی لطیف اور شیریں گفتگو اور حسن خطاب کے لیے مشہور تھے۔ تحریر میں بھی وہ بڑے نامور تھے ان کا بیٹا انہی کی طرح نظم و نثر دونوں میں نہایت درجہ مشہور ہو چکا تھا۔ یہ سارا خاندان ملک الکلام کے لقب سے مشہور تھا

ان کے تیسرے بھائی قاضی القضاۃ بہاء الدین عمر ۵۳۶ھ میں فوت ہوئے وہ بھی بلخ کے قاضی مقرر ہوئے تھے اور ان کا ایک لڑکا تھا نہایت عالم فاضل کامل۔ جن کا نام حمید الدین محمود تھا۔ ان کے کلام کی شہرت تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ نہایت عقلمند اور بڑے درجے کے فاضل تھے۔ نظم اور نثر دونوں میں دستگاہ بہم پہنچائی تھی۔ ان کی کتاب مقامات روضۃ الرضا اور رسائل متفرقہ[2] ان کی فصاحت اور بلاغت پر دلیل ہے۔

سیدزادہ ابوالقاسم[3] سمرقندی فرماتے ہیں کہ میں نے بہاء الدین عمر قاضی کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور اہل بلخ ان کو فصحائے عجم کہتے تھے۔ حقیقت یہ کہ وہ بلخ کے افصح الفصحاء تھے۔ بلکہ بلخ کے اکثر فصیح و بلیغ لوگ اسی خاندان سے منتسب تھے۔

---

[1] سنائی کا شعر ملاحظہ ہو:

من چہ گویم گر زخرد دس بر یں پرسی تو ایں کز خوشتر چیست گوید مجلس قاضی حسن

[2] ان کی تصانیف کی بڑی فہرست لباب الالباب عوفی ص ۱۷۸ میں موجود ہے۔

[3] بلخ کے ایک مصنف تھے ان کی کتاب تاریخ بلخ فضائل بلخ کے ماخذ میں تھی، سیدزادہ کی وفات ۵۰۶ھ ہجری میں ہوئی۔

قاضی القضاۃ حسین محمودی نے حضرت ابوسعید[1] خدری سے حدیث روایت کی ہے 'ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مخاطب کیا اور کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں چھوڑی کہ جن کے تحفظ یا جن سے بے تعلقی کی خبر نہ دی ہو۔ اور فرمایا کہ سر سبز ہو وہ شخص کہ جس نے میری بات سنی اور اس کو محفوظ کیا۔ نہ جانے کتنے فقیہہ ایسے ہیں جو فقیہہ نہیں ہیں۔ اور بہت سے لوگ کہ جو فقیہہ کو ایسے شخص تک پہنچاتے ہیں یہ یا جو اس سے زیادہ عقلمند اور دین کی بات سے واقف ہیں۔ قاضی القضات حسن[2] ۵۰۶ ھ میں فوت ہوئے اور در نو بہار پر اپنے (حظیرہ محمودی) خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔"

سنائی کا قصیدہ[3] جو قاضی نجم الدین کی مدح میں ہے ان کے اہمات قصائد میں سے ہے اس میں بڑا زور بیان ہے اور اس کی تشبیہات قابل توجہ ہیں۔ تشبیب میں باغ کا اور بہار کا بیان بڑے دلچسپ انداز میں ہوا ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے اس قصیدے کے منتخب اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں :

دی ز دل تنگی زمانی طوف کردم در چمن
یک جہاں جان دیدم آنجا رستہ از زندان تن
بے طرب خوش دل طیور و بیطاب جنبان صبا

---

[1] ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری انصاری مشہور صحابی ہیں۔ ھ سنہ ۱۰ قبل ہجرت پیدا ہوئے اور ۷۴ھ میں وفات پائی۔ صحیحین میں اُن سے ۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں، رک : فضائل بلخ ص ۱۹۴۔ ج ۳

[2] بظاہر حسین ہونا چاہیے، ورنہ بھی نے فضائل بلخ کی بنیاد پر مزارات بلخ میں حسین اور حسن دونوں کی یہی تاریخ لکھی ہے۔ دیکھیے فضائل بلخ حاشیہ ۶ ص ۳۴۵۔ بظاہر حسن اس کے بعد فوت ہوئے ہوں گے۔ [3] دیوان سنائی طبع مظاہر مصفا ص ۲۷۵۔ ۲۷۷

بے دہن خنداں درخت و بے زباں گویا چمن
سوسن آنجا برد دیدہ تا میان سرو بن
نرگس آنجا خوش بخفتہ در کنار نسترن
چاک کردہ بر نوائے عندلیب خوش نوا
فوطۂ کحلی بنفشہ شعر سیابی سمن
بستہ ہمچوں گردن و گوش عروس جلوہ گر
شاخ مرجان ارغواں و عقد گوہر یاسمن
بوئی بیرون سوئی و عطّار راز درونسو مشک سوز
نقش بیرونسوی و نقاش از درونسو خامہ زن
من در آں صحرای خوش، با دل ہمی گفتم چنیں
کاینت عقل افزای صحرا، وینت جان پرور وطن
باغ گفت از راہ دیدہ، کی سنائی آں توئی
بر چنیں آواز و رنگ و بوئی ماندہ مفتتن
مجلس نجم القضاۃ و نقاری رعالش ببیں،
تاہم از خود فارغ آئی، ہم ز بلبل ہم زمن
رنگ و بوئی باغ و بستاں را چہ بینی کاہل دل
دل بدیں تزدیدہا ہرگز ندارد مرتہن
سوئے قاضی شو کہ خلق و خلق او را چاکرند
نقش بنداں در خطا و مشک سایان درختن
راستی از ناروان بینی، ولی از روی ضعف
پیش ہر بادی کہ بینی، چفتہ گردد ناروں

نجم را آں استقامت ہست کاندر راہ دین
جز بہ پیش راستی چغتہ نشد چوں نون "ان"
شمع ما را اگر لگن کردست چرخ از خاک و خوں
ہست شمع گفت او را سمع ہشیار ان لگن
چوں عروس فکرت او چہرہ بکشاید ز لب
نعرہ ہای "طرقوا"[1] برخیزد از جان در بدن
ساکنی از حلم او خیزد چو جزم از حرف "لم"[2]
برتری از علم او زاید چو نصب از حرف "لن"[3]
من چہ گویم گر ز فردوس بریں پرسی تو ایں
کز تو خوشتر چیست ؟ گوید مجلس قاضی حسن
نجم را باغ ایں ثنا میگفت و زشاخ چنار
فاختہ کوکو کناں یعنی کہ کو آن انجمن
شاد باش ای دہتری کز بہر چشم زخم تو
خرقہ در بازد فقیر و بت بسوزد برہمن

---

[1] طرقوا' مصدر تطریق سے امر ہے بمعنی راہ دو اور ایک طرف ہو جاؤ۔ سلاطین و امراء کی سواری نکلتی تو نقیب 'طرقوا، طرقوا' کی صدا دیتا چلتا، تاکہ راستہ صاف ہو جائے اور شاہی سواری آسانی سے گذر جائے۔ شعراء نے اکثر اس فقرے کا استعمال کیا ہے۔

[2] عربی میں حرف "لم" مضارع کے آخری حرف کی حرکت کو جزم میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[3] عربی میں حرف لن فعل کے آخری حرف کی حرکت کو زبر میں تبدیل کرتا ہے۔

چوں بمنبر برشوی "والشمس"[۵۱] خوانده آسمان
چوں فرود آ ازو "والنجم"[۵۲] خوانده ذوالمنن
ای نثار دوستاں از کان تو یاقوت علم
وی مقر دشمنان از زر دِ تو تابوت ظن
انجم د لہا توئی، چوں بیشت برتابد ہدی
پردۂ خلقان توئی، چوں روئی بنماید محن
ایں بتان کا مروز بینی از سر دو دن ہمتی
بندۂ یک بت شود آنگہ کہ لبیا ر د شمن
اندریں بت خانہ قاضی صد ہزاران بت بدید
کز سر ہمت یکے بت را نشد ہرگز شمن
سوسن آزاده را بینی کہ بے تا بید اصل
گنگ ماندست از چہ مستش ده زبان در یک دہن
شمع دینار ا ببیں کز یک زبان در یک زمان
در طریق دین بگوید صد ہزار الوان سخن
ایں خطابت از دو معنی چوں بروں آید ہمی
گرچنیں خوانمت نجمی ور چناں خوانم مجن
اندر آں ساعت کہ ہنامت ز دست دشمنی
زہر خورد دوستان گشتند از آں دل پر حزن

---

۵۱ قرآن کی سورۂ "والشمس" کی طرف اشارہ ہے۔
۵۲ قرآن کی سوره والنجم مراد ہے۔

زیں عبارت گربش خالی نبود در رہائش
زہرہ خون گشتی وز آن چوں مشک زادی بالبن

روضۂ شرع معین الدین زبہر عز دین
از جمال لفظ خود ہم عدن گردی ہم عدن

ہر دلی کز عشق د جاہ د مال چوں بت خانہ بود
سوختی بت خانہ و درہم شکستی آن وثن

نسبت از محمود یاں داری د بہر عز دیں
ہمچو محمود آمدی بت خانہ سوز د بت شکن

مدعی بسیار داری اندریں صنعت ولیک
زیر کاں دانند سیر از سوسن و خار از سمن

بے جمال یوسف و بسوز یعقوب از گزاف
تو تیائی ناید از ہر باد و از ہر پیرہن

گرچہ در میدان قالی لیکن از روئی خرد
رفتہ ای جائے کہ پیش آنجانہ ماگنجد نہ من

از برائے انتظار مجلست را روز و شب
گر نہ بہر مصلحت بودی زمن گشتی زمن

شادباش اے عندلیبی کز پی وصفت ہمی
مرغ بریاں طوطی گویا شود بر بابزن

سطور بالا سے جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کا مقصد بلخ کے ایک علمی خاندان پر کچھ روشنی ڈالنا ہے چونکہ اس خاندان کے ماخذ محدود ہیں اس لیے اس سلسلے میں تفصیل سے کچھ نہیں کہا جا سکتا آئندہ نئے ماخذ کی دریافت پر ممکن ہے اس خاندان کے اور افراد کا حال معلوم ہو سکے۔